

Comp

Speeches

اللہ اکبر

سلسلہ تقاریر مولانا محمد علی صاحب



نمبر ۲

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

مولانا محمد علی صاحب

تقریر مدراس

رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحب کی وہ مشہور اور زبردست تقریر جو مولانا نے ۲ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء کو بمقام مدراس فرمائی

معہ

تفصیلی گفتگو نامہ نگار اخبار انڈیپنڈنٹ الہ آباد و حضرت مولانا محمد علی صاحب

پبلک کی معلومات کیلئے

منشی مشتاق احمد ناظم قومی دار اشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ نے

تیسری مرتبہ

سوراج پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ [illegible] چھپی

تیسری مرتبہ

قیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمد علی صاحب کی معرکۃ الآرا تقریر

عزیزانِ مدارس! میری عین خواہش تھی کہ آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کسی ایسی زبان میں کرتا جو ہندوستان کی ساختہ و پرداختہ ہوتی۔ مگر افسوس ہے کہ ہم قومیت کے میدان میں اس حد تک نہیں بڑھے ہیں کہ ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے تک ایک ہی زبان بولی اور سمجھی جا سکے مگر مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جبکہ ہندوستان میں ایک مشترکہ زبان کا دور دورہ ہوگا۔ اور شمال سے جنوب تک ایک ہی زبان ہر مرد و عورت سمجھنے کے قابل ہو جائے گا۔ لہذا میں مجبور ہوں کہ اسی زبان میں تقریر کروں جو نہ میری ہے نہ آپ کی اگرچہ تبادلہ خیالات کا مشترک ذریعہ ہے۔ مگر یہ ہی ہماری مشترکہ غلامی کا نشان تمیزی بھی ہے وہ لوگ جو اُن کے سامنے کی عمارتوں (پریسیڈنسی کالج کی طرف اشارہ کر کے) میں انگریزی زبان کی تعلیم کا دم بھرتے ہیں ذرا اپنے دل میں غور کریں اور اُن کو شرم آنی چاہیے کہ انھوں نے اپنی قومیت میں اتنی ترقی بھی نہیں کی۔ ہمارے قومی تنزل کا یہ حال ہے کہ جس زبان کو ہم نے مشترکہ قرار دے رکھا ہے وہ ہماری آزادی کا طرۂ امتیاز نہیں بلکہ غلامی کا نشان تمیزی ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ عنقریب آزادی کا وہ نشان تمیزی ہم حاصل کر لیں گے اور اگر مہاتما گاندھی کے نقشِ قدم پر قدم رکھا جائے تو سوراج کو بہت نزدیک سمجھو مجھے بتایا گیا ہے کہ مدراس کے طلبہ میری تقریر انگریزی میں سُننے کے آرزو مند ہیں۔ میں اُن طلبہ کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں جو ایسے کالجوں کے طالب علم ہیں جو گورنمنٹ کے قبضۂ واقتدار میں ہیں۔ مگر میں انہیں یہ جتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ اس رواداری کی قوم سے امید نہیں کر سکتے مجھے معلوم ہے کہ وہ ان کالجوں میں یورپین پروفیسروں کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کئے ملٹن شکسپیر۔ ڈفرنشل اور انٹیگرل کیلکولس میں اپنے

مشغول ہیں گویا کہ دنیا میں کچھ نہیں ہو رہا۔ میں اُن کو اس استغنائیت پر مبارکباد پیش کر سکتا ہوں مگر صرف ایک سوال کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جب انقلاب کی تاریخ حوالہ قلم کی جائے اس انقلاب کی جو خونریزی اور قتل و قمع سے پاک ہے جسکو میں انقلاب کہتے ہوئے نہیں گھبراتا۔ یہ انقلاب جو دنیا کی تاریخ میں عظیم ترین اور عدیم المثال انقلاب ہے کم از کم ہندوستان کی بیس کروڑ باشندوں کی تاریخ میں تو ضرور ہی یہ عظیم ترین انقلاب ہے۔ جب اس کی تاریخ لکھی جائے تو کیا تم اپنے متعلق یہ لکھوانا چاہتے ہو کہ جب ہندوستان کے عوام اپنا خون پسینہ ملک کی خاطر بہا رہے تھے جبکہ ہر انسان امتحان میں گزر رہا تھا جبکہ ہر مرد عورت اور بچے اپنے بہترین ایثار کا نذرانہ حب الوطنی اور صداقت کے لئے پیش کر رہا تھا۔ اس وقت ہندوستان کے نوجوان تعلیم یافتہ شکسپیر و رملٹن پر اپنے دماغ کھپا رہے تھے (نعرہائے نفرت) کیا تم تاریخ کے صفحات میں یہ لکھوانا چاہتے ہو کہ جب ہندوستان غلامی کی زنجیروں کو کاٹ رہا تھا جبکہ ہر فرد آزمایش میں مبتلا تھا جبکہ دل و دماغ کا امتحان لیا جا رہا تھا جبکہ بدن کی رگ رگ حد سے زیادہ کام میں مصروف تھی۔ تم مدراس کے نوجوانو ایسے نازک وقت میں امتحان گاہوں میں امتحانوں میں مشغول تھے۔ پس اگر تم تاریخ میں یہ مرتبہ چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ تمھارے لئے لعنت ابدی ہے اور اگر تم اس لعنت ابدی پر قانع ہو تو وائے بر حال شما! جاؤ اپنی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جاؤ میرے پاس تمھارا کچھ کام نہیں لیکن اگر تمھارا خیال ہو کہ ہندوستان کی آزادی صرف تعلیم یافتہ طبقہ ہی پر منحصر ہے یا کسی ایک فرقہ و ملت پر اس کے حصول کا انحصار ہے تو سمجھ لو کہ یہ ایک فاش غلطی نہیں بلکہ ایک افسوسناک غلطی ہے۔

مغربی تہذیب کی گرفت

موجودہ تحریک کا سر چشمہ عوام ہیں۔ کل ملک کی سرزمین سے یہ پیدا ہوئی ہے۔ یہ تحریک چند افراد یا کسی خاص فرقہ کی تحریک نہیں۔ خواہ یہ افراد اور یہ فرقہ اپنے کو کتنی ہی اہمیت کیوں نہ دیتا ہو میں بھی ایک تعلیم یافتہ ہندوستانی ہوں۔ میں نے بھی شکسپیر و ملٹن کا مطالعہ کیا ہے اسی طرح کی کالجوں اور اسی طرح کی یونیورسٹیوں سے امتحان پاس کئے ہیں لیکن سچ کہتا ہوں کہ مجھے اس حقیقت کا احساس کرتے

ہوئے شرم آتی ہے کہ میں بھی تمہارے طبقہ میں شامل ہوں۔ میں اس مقولے کا قائل نہیں کہ کوئی خاص فرد خواہ وہ مہاتما گاندھی ہو یا سی۔ آر۔ داس یا کوئی اور ہو تمام قوم کے گناہوں کو دھو سکتا ہے، بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ ہر شخص کو فرداً فرداً خدائے جبار کی بارگاہ میں قیامت کے روز اپنے فعال و کردار کا جواب دینا ہوگا۔ لیکن مجھے تعلیم یافتہ طبقہ کی حالت دیکھ کر شرم آتی ہے کہ یہ زیادہ تعداد میں کیوں نہیں میدان میں آتے مجھے اس حالت پر صرف شرم ہی نہیں آتی بلکہ درد و اضطراب بھی محسوس ہوتا ہے۔

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا جبکہ میں ہندوستان اور خصوصاً اپنی ملّت کی طرف سے ایک وفد لیکر یورپ گیا تھا مجھے پوپ روما کی مہربانی سے اُس ویٹیکن عجائب خانہ کی سیر کا موقع ملا جس میں ایک نایاب اور بہترین مجموعہ فنّ مصوری کی پیداوار کا موجود ہے۔ اس عجائب خانہ میں مجھے اُس مشہور "لیٹوکون" کی تصویر بھی ملی جسکو میں نے بہت کتابوں اور خصوصاً بائرن کے اشعار میں پڑھا تھا۔ اس تصویر میں میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی جو سن رسیدہ ہونے کے باوجود طاقتور تھا اپنے کو ہیبت ناک اژدہے کی گرفت سے نکالنے کی جد و جہد میں مصروف تھا۔ یہ اژدہا اُس کے جسم پر مضبوطی سے لپٹا ہوا تھا۔ اس شخص کے رونگٹے رونگٹے پر درد و غم کے آثار نمایاں تھے اور اس کا ہر رگ و پٹھا آخری کوشش میں مصروف تھا۔ اس موقع پر مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ میرے دماغ میں اس تصویر کا خیال پھر کبھی عود کرے گا، مگر آج ان مدراسی ساحلوں پر کھڑے ہو کر مجھے اُس تصویر کا خیال پھر ستاتا ہے جب کہ میں نوجوانانِ مدراس کے دل و دماغ کو مغربی تہذیب کے اژدہے کی گرفت میں مجبور و ناچار پاتا ہوں۔ فرق یہ ہے اور دردناک فرق ہے کہ تصویر کا اسیر ایک سن رسیدہ شخص تھا یہاں شباب و نوجوانی مغربی استبدادیت کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔

سینٹ ہال یا گورنمنٹ ہاؤس وہ مقامات نہیں ہیں جہاں ظلم و ستم توڑا جاتا ہے۔ بلکہ ظلم و ستم کی جگہ تو یہ اسکول ہیں جہاں تمہارے بچوں اور نوجوانوں کی ہمت و مردانگی میں زہر ملایا جاتا ہے جہاں وہ ظالموں کے پنجہ میں ہوتے ہیں اور "لیٹوکون" کی گرفت میں پوری پوری طرح آجاتے ہیں۔ نہ صرف تمہارا جسم بلکہ یہ تعلیم تمہاری روح فنا کر رہی ہے۔

مغربی تعلیم کی لعنت

میں نے مغربی تعلیم کی لعنت کا مطلق کوئی خیال نہیں کیا۔ اس وقت جبکہ علی گڈھ میں مہاتما گاندھی سے میں نے کہا تھا کہ ہمارے نوجوان جس وقت اسلام اور ملک کی آواز سنیں گے فوراً لبیک کہتے ہوئے اپنے اپنے کالجوں کو خیرباد کہہ دیں گے، میں علی گڈھ گیا اور تقریریں کیں مہاتما گاندھی اور شوکت علی نے بھی لڑکوں سے خطاب کیا، اُس وقت اُن کے چہروں کی درخشانی صاف اس بات کا پتہ دیتی تھی کہ ہمارے نوجوانوں پر اعتماد ضرور آج رنگ لانے والا ہے، ہر لڑکا دعوتِ حق پر لبیک کہنے پر مستعد و آمادہ نظر آتا تھا، مگر افسوس مجھے زندگی میں ایک نیا سبق حاصل کرنا باقی تھا۔ مایوسی کا وقت وہ تھا جبکہ قول و فعل میں امتیاز کرنے کا وقت آپہنچا اور لڑکوں کا تمام جوش سرد ہونے لگا، یہی وہ سبق ہے جو مغربی تعلیم سکھاتی ہے کہ قول کچھ ہو اور فعل کچھ۔

صوبہ بمبئی کے بڑے فرشتہ سیرت خیرخواہ مسٹر پرانجپے ہیں، اگرچہ آکسفورڈ کے ممتاز طالب علم تھے مگر آج حامیانِ ترکِ موالات کی فہرست میں اُن کا نام سب سے نیچے درج ہے، مجھے وہ وقت یاد ہے جبکہ انھوں نے بڑے زور شور کے ساتھ خدا کے وجود کی مخالفت کی تھی اور قدیم تعلیم پر مکاری و فریب کا الزام لگا کر اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا، ایک وہ وقت بھی تھا جبکہ بچے اسکول میں یہ خبر سنتے تھے کہ کل گرہن کی تعطیل ہے اور استاد گرہن کی وجہ یہ بتاتا تھا کہ چاند زمین و سورج کے درمیان آجاتا ہے مگر جب وہ گھر پہنچتے تھے تو قدیم روایات کے مطابق خیر خیرات دعا توبہ میں مشغول ہوتے تھے یہ سمجھ کر کہ سورج یا چاند کو اژدہے نے نگل لیا ہے، مسٹر پرانجپے اس حرکت کو قدیم خدا کی تعلیم جدید کے ساتھ مکاری کے نام سے تعبیر کرتے تھے، گویا اُس وقت ہم ایسی زندگی بسر کرتے تھے جسکے دو پہلو تھے، مگر مسٹر پرانجپے اب خوش ہوں کہ ہماری زندگی کا مشرقی پہلو اب ختم ہو گیا اور اب ہم گرینچ کے طول البلد یعنی مغربی تعلیم میں ہی زندگی بسر کرتے ہیں مگر اس زندگی میں ہم کیا دیکھتے ہیں، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے نوجوان ترکِ موالات میں عقیدہ رکھتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو بدترین اشتراکِ عمل کا نمونہ پیش

کرتے ہیں، یہ اُن کی خطا نہیں ہے، یہ حب الوطنی کا نام بھی لیتے ہیں اور ایثار و قربانی کا بھی ذکر کرتے ہیں، مگر ایثار کا ہم یہ مظاہرہ دیکھتے ہیں کہ یہ کونسل میں منسٹریاں (وزارت) تلاش کرتے پھرتے ہیں ہم حب الوطنی کا بھی بہت غلغلہ سنتے ہیں مگر عملی دنیا میں اس کا وجود صرف اس قدر پاتے ہیں کہ یہ لوگ خود کو اور تمام قوم کو مظالم کی ٹھوکروں سے پامال ہونے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، ہم جب ان کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اور ان کا فرض بتاتے ہیں تو ہمیں جواب ملتا ہے کہ تم "ہندوستان کی قدیم خاندانی روایات کو مٹانا چاہتے ہو اور دنیائے قدیم کی نایاب چیزوں کو برباد کر رہے ہو" مگر مسٹر براؤنچے تو کبھی قدیم روایات پر عقیدہ نہیں رکھتے تھے، آج معلوم نہیں وہ عقیدہ رکھنے لگے یا نہیں مگر کہتے تو یہی ہیں کہ قدیم زمانہ میں خاندان کا ایک سردار ہوتا تھا جو اس خاندان کے تمام اراکین پر پوری پوری حکومت کرتا تھا، اس قدیم روایت کی آج وہ تعریف کرتے ہیں، مگر کیا انہیں نہیں معلوم کہ خدا بھی کوئی چیز ہے جس نے باپ و بچوں دونوں کو پیدا کیا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ بچوں کو حق و صداقت کی تشخیص کے لئے ایک روح بھی عنایت فرمائی ہے، صرف والدین ہی کے ذریعہ سے وہ صداقت کو نہیں پہچان سکتے بلکہ یہ روح بھی اس تشخیص کا ایک ذریعہ ہے۔

نوجوانانِ ہند کا فرض

آج جب کہ نوجوانوں سے کسی ایثار کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تم خاندانی روایات برباد کرتے ہو، میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ہاں تمام روایات مٹ جانا چاہیئے اور صرف حق و صداقت کی روایات باقی رہنی چاہیئیں، ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ہمیں ایک لڑکے مسمّٰی پرہلاد کا حال معلوم ہے جس نے اپنے والد کی مخالفت کے باوجود صداقت کی دیوی کی پوجا کی اور تم میں سے وہ نوجوان جو مسلمان ہیں اُن کے قدیمی روایات کے متعلق تو میں اتنا کہونگا کہ وہ ابراہیم کو یاد کریں جس نے اپنے والد کے خداؤں کو ٹھکرایا اور اسمٰعیل کو یاد کریں جس نے صداقت کے راستے میں اپنا سر دیدینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

یہ ہی وہ روایات ہیں جن کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اسمٰعیل علیہ السلام نے قائم کیا اور یہ ہی ہمیں ہندوستان میں پیاری ہونی چاہئیں۔ مگر میں مدارس کے نوجوانوں کو اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہارے خیالات و افعال کچھ بھی ہوں، خواہ تمہارے قول و فعل میں کچھ بھی فرق ہو، لیکن ہندوستان کے کروڑوں عوام جن سے ملاقات کرنے کا ہمیں شمال سے جنوب تک کے سفر میں موقع ملا ہے، ان کے چہرے ہم نے خدا کی حقانیت و صداقت کی روشنی سے چمکتے ہوئے پائے، اگرچہ انھوں نے ملٹن اور شکسپیر کا مطالعہ نہیں کیا ہے، اگرچہ وہ حب الوطنی اور ایثار کا اعلان نہیں کرتے ہیں مگر اُن کی حالت یہ ہے کہ ملک کی آزادی کے لئے مہاتما گاندھی کا ساتھ اپنے آخری سانس تک دینے کو تیار ہیں۔

ہماری قید گورنمنٹ کی بربادی ہے

اگر تعلیم یافتہ طبقہ موجودہ طرزِ تعلیم پر قانع ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں، تعلیم کے دلدادہ ملک کی ترقی تو نہیں کر سکتے اور اسی لئے ہم اپنی تمام تر توجہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے عوام پر مبذول کئے ہوئے ہیں، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ لارڈ ریڈنگ حکومت انگلستان سے کوئی خاص پالیسی لیکر نہیں آئے ہیں بلکہ ان کو ہندوستان کے معاملات میں اختیارات تمیزی حاصل ہیں انھوں نے عنانِ حکومت اب تک لیلی ہوگی، وہ طاقت جو چند روزہ ہے اور جلد ختم ہو جانے والی ہے لوگ سوال کرتے ہیں کہ لارڈ ریڈنگ کیا کریں گے؟ بعض کہتے ہیں کہ مجلس شوریٰ منعقد ہوگی، بعض کا خیال ہے کہ علی برادران گرفتار ہوں گے۔ مبارک ہے! پھر پرانی قید خانہ کی زندگی سامنے آجائے گی ممکن ہے ہمیں دار پر چڑھا دیا جائے، یہ اُس سے بھی بڑھ کر اعلیٰ و ارفع مرتبہ ہے، لیکن ہم میں سے ہر ایک کے لئے قید خانہ کیا وقعت رکھتا ہے، یہاں تو ہر ایک خوش خوش ہے میرے دوست یعقوب حسن اور اُن کے محبانِ وطن ہمراہیوں کی طرح جیل جانے پر تیار بیٹھا ہے، ہماری گرفتاری قوم کی آزادی ہے، ہم میں سے ہر ایک کی موت قوم کی عین حیات کا باعث ہے۔

مجھے اس کا پورا یقین نہیں کہ دفعہ ۱۴۴ مجھے ایک نام لینے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں اس نام کو کسی زمانہ میں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لیا کرتا تھا۔ آپ شاید واقف ہوں، میرا اشارہ مسز بیسنٹ کی طرف ہے، اپنی گرفتاری سے قبل و دورانِ گرفتاری میں انھوں نے مجھے کانگریس کی مختصر تاریخ بھیجی تھی، اس کتاب کی ایک سطر مجھے یاد ہے، اس سطر میں مجھے نہایت سادگی کے ساتھ بتایا گیا تھا "جینے کی قدر وہ جانتے ہیں جو مرنے سے نہیں ڈرتے" میں اس وقت نہیں کہہ سکتا کہ مسز موصوف زندوں کی دنیا میں ابھی موجود ہیں یا نہیں۔

اگر لارڈ ریڈنگ، سر ولیم ونسنٹ یا کوئی اور سول سروس کا ممبر ہمیں قید خانہ بھیجنا چاہتا ہے یا ہماری زندگی سے ہمیں محروم کر دینے کا خواہشمند ہے تو میں انہیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ کہ وہ اس طرزِ عمل سے وہ دن قریب تر کر دینا چاہتے ہیں جب کہ حکومت برطانیہ ختم ہو جائے گی اور اس کے فنا ہونے کا صور پھونکا جائے گا۔ مجھے یہ سودا پسند ہے کہ میں اور میرا بھائی جان بحق تسلیم ہو جائیں اور حکومت بھی ساتھ ساتھ ختم ہو جائے، (تحسین و آفریں کی صدائیں بلند ہوئیں) میں یہ سودا کرنے کو تیار ہوں، مگر مجھے انڈین سول سروس سے امید نہیں کہ وہ بھی اس پر تیار ہو، ہمارے مار ڈالنے کا باعث کیا ہو سکتا ہے؟۔

حیرت انگیز انکشافات

مجھے بتایا گیا ہے کہ میرے دوست ڈاکٹر سپرو عنقریب کسی حیرت انگیز راز کا انکشاف کرنے والے ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ یہ نہیں کہیں گے کہ کولمبس نے امریکہ کا وجود بتایا، یا واسکوڈیگاما نے راس گڈھوپ کا چکر لگایا، یا کلائو نے جنگ پلاسی کو میر جعفر کی مدد سے فتح کیا، بلکہ میرے بھائی کا خیال ہے کہ جو جلسہ مشاورت سرحد پر بحث کرنے کے لیے منعقد ہونے والا ہے اسمیں سپرو صاحب اس گفتگو کا اظہار کریں گے جو میرے بھائی اور ان کے درمیان جون ہوئی تھی۔ اس گفتگو میں سپرو نے بھائی سے یہ معاملہ کہا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں

کے افغانستان کے ساتھ سیاسی تعلقات کیا ہیں؟ مجھے یقین نہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ انکشافات اس گفتگو سے قبل کے ہوں، اُس وقت کے جب کہ ہم لینسڈون سے چھنڈواڑہ لیجائے جارہے تھے اور ٹرین میں مجھسے اور سپرو سے ملاقات ہوئی تھی، ہم اور سپرو ایک ہی ٹرین میں سفر کر رہے تھے سپرو صاحب فرسٹ کلاس سے نکل کر مجھسے ملاقات کرتے ہوئے خوف کھاتے تھے مگر میں خود اُن کے پاس گیا اور اُن کو اس خوفناک چیز کا آخر کار مقابلہ کرنا ہی پڑا ممکن ہے کہ میرے دوست سپرو اس وقت کی گفتگو سے کچھ انکشافات جلسہ شوریٰ میں پیش کرنے والے ہوں اس ملاقات میں انھوں نے طویل گفتگو کی اور جو کچھ تھوڑا یا بہت کہا وہ سب اُس گورنمنٹ کے خلاف تھا جسکے وہ آج ایک رکن ہیں۔

بہرکیف وہ انکشافات مسئلہ سرحد و افغان اور مسلمانان ہند کے متعلق کچھ بھی ہوں پہلے ہی ہم اپنے ایک خط میں امرائے ہند کو لکھ چکے ہیں، یہ خط بیتول کے جیل خانہ سے لکھا گیا تھا، اس خط میں ہم نے صاف کہدیا تھا کہ اگر امیر افغانستان، جرمن، یا بالشویک (اسوقت تک بالشویک عرصۂ ظہور میں نہیں آئے تھے) یا ترک غرض کوئی بھی خارجی طاقت کیوں نہو۔ اگر ہندوستان اور اس کے باشندوں پر اس لیے حملہ کرے کہ فرزندان ہند کی آزادی سلب کرلے تو نہ صرف ہمارا یہ فرض ہوگا کہ انکی مدافعت میں مدد دیں، بلکہ ہم اس مداخلت کی فوجوں کے سرشکن بننے کی کوشش کریں گے، ہم ایک مرتبہ غلام بن چکے اب دوبارہ نہیں بننا چاہتے، لیکن اگر امیر کابل اس لیے حملہ آور نہیں ہوتے کہ اس ملک کے اُن باشندوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈالیں جنھوں نے کبھی اہل افغانستان کو نقصان پہنچانے کا خیال بھی نہیں کیا بلکہ اُس طاقت پر حملہ کریں جس نے اُن کے ملک پر دندان آز تیز کیے اور افغانیوں کی گردن پر غلامی کا جوا رکھنے کی کوشش کی جس نے مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلیا، جو اسلام کو اپنی گرفت میں لینا چاہتے ہیں اور جو مسلمانوں کے مذہب اور خلافت مقدسہ کو پامال کرنا چاہتے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ ہم حملہ آوروں کے خلاف کوئی مدد نہیں پہنچائیں گے، ہم اور نہ صرف ہم بلکہ ہر اُس شخص کا فرض ہوگا جو اپنے کو پیرو

اسلام کہتا ہے کہ اپنی کمر باندھ کر جہاد فی سبیل اللہ کرنے پر تیار ہو جائے۔ یہ ہے وہ تمام حال جو ہم نے ایک خط میں لکھ کر سپرنٹنڈنٹ جیل، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور مقامی حکومت کے ذریعے سے حکومت ہند کو ارسال کیا تھا، اور ہماری وزیر ہند سے گفتگو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خط شہنشاہِ برطانیہ کی وزارت کے سامنے بھی پیش کیا گیا تھا، اس خط کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہی کہ ہم جیل خانہ سے آزاد کر دئے گئے۔

گورنمنٹ پاگل خانہ میں

آج بھی ہم اسی رائے پر قائم ہیں ایک انچ بلکہ ایک بال برابر بھی ہمارے خیالات میں تغیر نہیں واقع ہوا، پس اگر گورنمنٹ ہمیں آج اسلئے قید کرنے پر آمادہ ہے تو میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کا پاگل پن اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا کہ میں سمجھا کرتا تھا، کیا دہلی اور شملہ کے نزدیک کوئی پاگل خانہ نہیں ہے جس میں ملکِ معظم کی حکومت ہند کے ارکان کو بھیجدیا جاوے، اس لئے کہ جب ہم نے خود ان انکشافات کو پیش کیا تو رہائی دیدی، اور جب ہمارے دوست سپرو انہی انکشافات کو روشنی میں لاتے ہیں تو ہمیں قید کرنیکی نیت ہے گورنمنٹ جو چاہے کر سکتی ہے مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں اور اس امر پر اصرار کرتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی سوچ وبچار میں نہ ضائع کرو، ایسے کسی خیال کو دماغ میں جگہ نہ دو کہ لارڈ ریڈنگ کیا کریں گے اور کیا نہ کریں گے، ان کو عظیم الشان ذمہ داری سپرد کی گئی ہے میں ان کی رائے میں دخل انداز نہیں ہونا چاہتا، ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرکے وہ ملک اور نوع انسان کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کریں، میں ان کا مخالف ہوں اور نہ ان کے ملک کا دشمن، میں ان کی قوم سے دشمنی نہیں رکھتا مگر اپنی قوم سے محبت ضرور رکھتا ہوں، میں اپنے وطن اور اس کے فرزندوں کا ضرور عاشق ہوں میں مسلمانوں کی عہد شکنی خیال کروں گا اگر وہ اپنا ایک منٹ یا ذرا خیال بھی کسی مسئلہ کے غور وفکر میں صرف کریں سوائے اس کے جو اس وقت ان کے سامنے ہے اور جسے انہیں تکمیل کو پہنچانا ہے اپنا وقت اور اپنے خیالات ضائع نہ کرو، بلکہ تمام

ترقیوں کو صرف اس مسئلہ پر مجتمع کردو جو تمہیں تین ماہ میں حل کرنا ہے۔

آدمی، روپیہ، سامان حرب

ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے، روپیہ چاہیئے اور سامان حرب درکار ہے، ہر مقام پر ہم مہاتما گاندھی کی جے سنتے ہیں، یعنی تم گاندھی کی فتح چاہتے ہو، ایک زمانہ تھا جب گورنمنٹ کو آدمی روپیہ سامان حرب کی ضرورت تھی، اور اس نے پبلک سے درخواست کی تھی، اب اس وقت ہمیں آدمی، روپیہ، اور سامان حرب کی ضرورت ہے لہذا ہم بھی پبلک سے اپیل کرتے ہیں، گورنمنٹ نے آدمیوں، روپیہ، اور سامان حرب کی مدد سے فتح حاصل کی تو تمہیں کیا انعام ملا رولٹ ایکٹ، پیٹ کے بل چلنا، شریف خاتونوں کی پردہ دری اور ہمارے لڑکوں کو مئی جون کی دھوپ میں سولہ میل روز چلنا، یہ ہیں وہ انعامات جو ہمیں فتح کے نتیجہ میں نصیب ہوئے، لیکن وہ فتح جس کے لئے ہمیں آدمی، روپیہ اور سامان حرب کی ضرورت ہے ایسی ہوگی جو اپنے ہمراہ وہ نعمت لائے گی جو کبھی کوئی قوم مراحم خسپرانہ میں نہیں دیتی بلکہ اپنی طاقت سے حاصل کی جاتی ہے، وہ نعمت آزادی ہوگی، وہ ایسی طاقت ہوگی جو ڈائر شاہی کا خاتمہ کردے گی، ایسی قوت ہوگی جو ایک جھٹکے میں ہندوستانی مرد و عورت کی بیڑیاں اور زنجیریں توڑ کر پھینک دے گی، یہ ہے وہ جو ہم کرنا چاہتے ہیں، ہمارے آدمی آخر اور کس کام کے ہیں؟ تین ماہ میں ہم ایک کروڑ مرد اور عورتیں فوج میں اس جنگ کے لئے بھرتی کرنا چاہتے ہیں جو پر امن ہے اور قتل و قمع سے بری ہے، کیا تم اس فوج میں نام لکھانے کو تیار ہو؟ تیار ہو۔ اچھا تو صرف چار آنہ سالانہ چندہ ہے اور پھر میں تم سے چھ ماہ میں سوراج کا وعدہ کرتا ہوں، اس کے بعد ہم ایک کروڑ روپیہ تلک سوراج فنڈ کے لئے مانگتے ہیں، یہ روپیہ قومی خدمت، قومی تعلیم، قومی جنگ میں صرف کیا جاویگا اور تیسری بات یہ کہ ہم سامان حرب چاہتے ہیں، اس پر امن جنگ میں ہمارا سامان حرب کیا ہے؟ برٹش گورنمنٹ کے پاس مشین گنیں ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دو ہزار گز پر مار تی ہیں

مگر ہماری مشین ایک قدیم مشین ہے جو ہمارے ہی ملک میں بنی ہے، اور ہماری ہی دستکاری کی کاریگری ہے، یہ مشین سات ہزار میل تک مارتی ہے خواہ بیچ میں خشکی ہو یا پانی۔ اس مشین کا ایک فیر مدراس میں کیا جاتا ہے تو مانچسٹر تک مار کرتا ہے، مگر یہ سب باتیں صرف تمھاری حب الوطنی پر مبنی ہیں جب تک تم میں یہ احساس نہ پیدا ہو جائے کہ کانگریس سے علیحدہ رہنا توہین ہے اور جب تک زیورات وجواہرات بدن پر سجانے سے شرم نہ آئے تم اپنا مقصد نہیں حاصل کر سکتے میں پھر کہتا ہوں کہ جب تک تم کانگریس کے خزانہ یعنی تلک سوراجیہ فنڈ میں روپیہ نہ جمع کرو تم سوراج نہیں حاصل کر سکتے اور نہ ہم سوراج کا وعدہ ہی کر سکتے ہیں۔ اگر تمھارے دلوں میں حب الوطنی کے شعلے بھڑک رہے ہیں، اگر تم برہنہ سر چلنے کو اس حالت پر ترجیح دیتے ہو کہ ولایتی کپڑے سے سر ڈھانک کر چلو، اگر تم یہ احساس پیدا کرو کہ ولایتی کپڑا تمھارے جسموں کو جلا دے گا تب میں سوراج کا وعدہ کر سکتا ہوں اور میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ وعدہ وفا ہو کر رہے گا۔"

گورنمنٹ ہماری ہمارا تعلیم نہیں دے سکتی

تم تعلیم چاہتے ہو، تم اعلیٰ تربیت کے خواستگار ہو، میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ سوراج کی ماتحت ہندوستان میں جاہل و نا تربیت یافتہ کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا، ہمیں تو اس سے بھی زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے جتنی کہ موجودہ گورنمنٹ کو اور مجھے اور تمھیں خوب معلوم ہے کہ گورنمنٹ کو تعلیم کا ذوق کب سے پیدا ہو گیا ہے اور اس بات کو مسز بسینٹ بھی اس وقت سے جانتی ہیں جب سے انھوں نے قومی کالجوں کی بنیاد ڈالی اب میرا خیال ہے کہ مسز موصوف ان کالجوں کو گورنمنٹ کے حوالہ کر دیں گی۔

تم اعلیٰ تعلیم نہیں حاصل کر سکتے جب تک کہ اول ابتدائی تعلیم کا مرحلہ نہ طے کر لو، اور ابتدائی تعلیم ہر فرد روح انسانی، مرد، عورت اور بچے کے لئے ہے کہ وہ غلامی سے نفرت اور آزادی سے حد درجہ کی محبت کرے۔ لیکن جب تک تم اپنے کو آزاد کر لو تم کسی دوسری تعلیم کے قابل نہیں۔"

مرد عورتوں سے بدتر ہیں

تمہیں چرخہ کا استعمال کرنا چاہیے، اگرچہ یہ عورت کا ہی کام کیوں نہ ہو مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ تم عورتوں سے بہتر ہو، ہندوستان کی عورتیں مردوں سے زیادہ ہمّت ور اور مردانہ ہیں، عورتیں تو اب بھی اپنی عزّت کی حفاظت میں سب کچھ قربان کر دیتی ہیں، کیا تم بھی اپنی اور ان کی عزّت کی حفاظت میں ہر چیز قربان کرنے پر تیار ہو؟ ہندوستان کی عورتوں کے نام پر یہ کہہ کر دھبّہ نہ لگاؤ کہ چرخہ کاتنا عورتوں کا کام ہے، پہلے تو عورتوں کا کام کر کے دکھا دو پھر مردوں کا کرنا! تم تو دنیا کے نامردوں اور بے حس غلاموں کا کام کر رہے ہو، آج تو تم میں نہ مردوں کی سی ہمّت ہے نہ عورتوں کی سی، پہلے چرخہ کات کر دکھاؤ پھر تم اور کام بھی کر سکو گے

حقیقت کیا ہے

میں آج کے "ہندو" میں لارڈ امپتھل کا ایک پیام پاتا ہوں جو انھوں نے انگلستان کے جمہوریت پسند اخبار "ہیرلڈ" میں لکھا ہے، یہ لارڈ امپتھل آپ کے گورنر اور کچھ عرصہ کے لئے وائسرائے بھی رہ چکے ہیں، اس پیام میں لارڈ موصوف نے ہماری تحریک کی حقیقت کا اعتدال پسندوں سے بہتر احساس کیا ہے، وہ اعتدال پسندوں سے زیادہ سمجھتا ہے کہ چرخہ کی حقیقت کیا ہے۔ لارڈ صاحب نے بہت پریشانی کا اظہار کیا اور اہل انگلستان کو متنبہ کیا ہے کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی تو ساٹھ کروڑ سے زیادہ روپیہ جو مانچسٹر کے کپڑے کے معاوضہ میں ملتا ہے بند ہو جائے گا، برطانیہ کے کتنے ہی خاندان نان شبینہ کو محتاج ہو جائیں گے، انھوں نے اپنے مضمون میں ایک نہایت دردناک نقشہ کھینچا ہے، کاروباری لوگ بیکار ہو جائیں گے جہاز بنانے والے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں گے، اور جو پارچہ بافی کارخانوں میں کام کر رہے

ہیں اُن کے بال بچے مصیبت والآم کا شکار ہوں گے، یہ لارڈ صاحب وہ ہیں جو تمھارے گورنر تھے اور تمھارے مفاد کے دعوے دار ہیں اور انھوں نے ہی ہندوستانیوں کی جنوبی افریقہ میں وہ خدمت کی جو تم جانتے ہو۔ آج بھی وہ اپنے کو ہندوستان کا دوست بتاتے ہیں، مجھے ایک قصہ یاد آتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ اُس کو غور سے سُنے۔

ایک انگریز عورت ایک عجائب خانہ میں اپنے بیٹے کو لیکر گئی، وہاں اُس زمانہ کی ایک تصویر تھی جب کہ مسیحی اپنے مذہب وملت کے لئے سر کٹانے کے لئے اسی طرح نکلتے تھے جس طرح آج مسلمان اور ہندو تیار ہیں، اس تصویر میں مسیحی انگریزوں کو بھیڑیے کھا رہے تھے، یہ تصویر نیرو کے زمانہ کی تھی، اور نیرو اور اسکے مصاحب اس پُر درد نظارہ کی سیر کر رہے تھے بچے نے رونا شروع کر دیا، ماں نے سمجھا کہ بچہ اس لئے روتا ہے کہ اُس کے سامنے اتنے ہم مذہب بھیڑیوں سے کھلائے جا رہے ہیں، اور اس دردناک نظارہ نے اس کے ننھے دل پر اثر کیا ہے، ماں بچے سے بولی کہ جیک جیک! یہ آدمی نہیں ہیں صرف تصویر ہے تمھیں اپنے ہم مذہبوں کا مغالطہ نہ ہونا چاہیے، موجودہ زمانے میں عیسائی بھیڑیوں کو نہیں کھلائے جاتے ہیں، بچہ برابر روتا رہا اور آخر کار ماں سے بولا کہ اماں! میں پرستاران مسیح کیلئے نہیں روتا، بلکہ اس لئے روتا ہوں کہ ایک چھوٹا سا بھیڑیا ایسا بھی ہے جسے کوئی عیسائی کھانے کو نہیں ملا۔"

حضرات! اس لڑکے میں انگریز کی ایسی صفتیں موجود تھیں، اُس کو اُس بھیڑیئے پر افسوس تھا کہ اُس کے پاس کوئی عیسائی کھانے کو نہ تھا۔ آج بھی یہ لارڈ امپتھل چلاتے چلاتے حواس باختہ ہوئے جاتے ہیں کہ برٹش قوم کو معلوم ہو جائے کہ اگر گاندھی کی تحریک کامیاب ہو گئی تو برطانوی بھیڑیئے کو کوئی ہندو اور مسلم کھانے کو نہ میسر آئے گا اور یہی وہ گورنمنٹ ہے جس سے تم عمل اشتراک کرتے ہو، اور یہی وہ حکومت ہے جس کو تم قبول کرتے ہو، اور یہی وہ قوم ہے جو تم پر حکمراں ہے۔

مولانا محمد علیؒ کی گفتگو، قائم مقام اخبار انڈیپنڈنٹ الہ آباد سے

"مدراس کی تقریر سے، ماڈریٹ اصحاب اور دوسرے تنگ خیال اشخاص میں کھلبلی پڑ گئی اور وہ تقریر کے غلط معنی پہنانے لگے، اس پر مولانا محمد علی صاحب سے قائم مقام اخبار انڈیپنڈنٹ نے گفتگو کی جو مولانا محمد علی صاحب کے خیالات کا آئینہ ہے، ناظرین کی واقفیت کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے"

قائم مقام۔ مہاتما گاندھی نے اپنے مضمون زیر عنوان "افغانی ہوا" میں لکھا ہے کہ اگر امیر افغانستان انگریزوں سے جنگ کریں تو امیر صاحب کی مدد کروں گا، لیکن یہ مدد صرف اس قسم کی ہوگی کہ میں اس جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ کو مدد نہ دوں گا کیا اس بات میں آپ کو مہاتما جی سے اتفاق ہے۔

مولانا محمد علیؒ۔ مجھے اس بات سے پورا پورا اتفاق ہے۔

سوال۔ کیا آپ کسی حالت میں مہاتما گاندھی سے کوئی قدم آگے بڑھائیں گے۔

جواب۔ میرا مذہب مجھے صرف ایک حالت میں اس سے آگے جانے کا مطالبہ کرتا ہے یعنی اگر مجھے اچھی طرح یقین ہو جائے کہ حقیقی معنوں میں جہاد ہو رہا ہے اور میں اس پوزیشن میں ہوں کہ روپیہ، سپاہی یا کسی اور طرح مدد دے سکتا ہوں تو میرا مذہب اس بات کا متمنی ہے کہ میں مجاہدین کو مدد دوں۔

سوال۔ اگر اعلان جہاد کر دیا جائے تو کیا آپ کو اس میں چون وچرا کرنے کا کوئی حق نہیں رہے گا، تو پھر ہندو مسلم سمجھوتہ کو کیا جائے گا جو بقول مہاتما گاندھی ناقابلِ شکست ہے،

جواب۔ اگر خلیفۃ المسلمین خود جہاد کا اعلان کریں تو میرا خیال ہے کہ میرے لئے چون وچرا کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا سوائے اس کے کہ میں اس پوزیشن میں ہوں یا نہیں کہ عملی امداد

کروں، لیکن دوسری تمام حالتوں میں مجھے ذاتی رائے کے اظہار کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ میں یہ دیکھوں کہ آیا یہ مقاصد دوسرے ذرائع سے حاصل ہو سکتے ہیں، اگر ہمارا بلاتشدد ترکِ موالات مسئلہ خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ کرا سکتا ہے جیسے کہ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اس سے ایسا ہو جائے گا، تو میرا مذہب مجھے یہ نہیں کہتا کہ تم عدم تشدد کو چھوڑ کر طاقت کا استعمال کرو، اگر مجھ سے پوچھو تو میں خود تو عدم تشدد ترکِ موالات کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ میرا صرف یہ یقین ہی نہیں کہ یہ خلافت کی تلافی کرانے میں کامیاب ہوگا۔ بلکہ میری رائے میں ہندوستان کی بہتری کے لئے بھی یہ دوسرے طریقوں سے زیادہ موثر ثابت ہوگا۔ بلاتشدد ترکِ موالات کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی قربانی کیجائے مگر زیادہ تعداد میں کیجائے اور آخیر میں یہ اس بڑی سے بڑی قربانی کی نسبت جو تھوڑے آدمی کریں بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوگی۔

ہمیشہ کے لئے طاقت کا استعمال ناجائز نہیں

میں مہاتما گاندھی کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہمارے لئے ہمیشہ ہی طاقت کا استعمال ناجائز ہوگا لیکن تیس کروڑ آدمیوں کی ایک قوم کے لئے طاقت کے استعمال کی قطعًا کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ترکِ موالات ہی زمین ہند کی مصیبتوں کا خاتمہ کر دے گی، چند آدمیوں کی قوت بازو ہندوستان کی ذلت و خواری ایسے اعلیٰ طریقہ سے دور نہ کرے گی جیسے کہ بلاتشدد ترکِ موالات میں اپنی بات کو اور بھی زیادہ صاف کروں گا، جہاں تک میں کہہ سکتا ہوں ہندو مسلم سمجھوتہ ناقابلِ شکست ہے اور یہ اسلام کی عزت کو بحال کرنے کے لئے کافی ہے اگرچہ تشدد کی اسلام میں اجازت ہے مگر ایک مومن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کوئی جان بے فائدہ ضائع کر دے، مدراس میں جو تقریر میں نے کی تھی اس میں شرع اسلام کی تشریح کی تھی، ہمارے مقصد کے لئے کونسی بات قابلِ عمل اور جائز ہے۔

اس کے متعلق میرا خیال ہے، کہ میں نے اپنی پہلی تقریروں میں کافی روشنی ڈالدی ہے تاہم میں پھر ہمیشہ کے لئے اعلان کر دیتا ہوں۔ کہ عدم تشدد کے ہم بھی ایسے ہی شیدائی ہیں جیسے کہ ہندو۔ اس پر میں یہ اضافہ اور کروں گا کہ میں بیرونی حملہ آوروں سے ہندوستان کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مثال کے طور پر اگر کوئی مسلمان طاقت جہاد کا اعلان کرے اور حکومت کو شکست دیکر ہندوستان میں بطور حکمران رہنا چاہے تو میں ان تمام ذرائع سے جن کی میرا مذہب اجازت دیتا ہے۔ اس طاقت کو ہندوستان سے باہر نکالنے کی کوشش کرونگا۔

امیر افغانستان کیا جہاد کر سکتے ہیں؟

سوال۔ گویا آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ امیر افغانستان اپنی سلطنت بڑھانیکے لیئے گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف جہاد نہیں کر سکتے بلکہ وہ اسلام کے لیئے ہوگا۔

جواب۔ بالکل ٹھیک ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ ہندوستان بیرونی حملہ سے محفوظ رہے تو اس کا اولین فرض یہ ہے، کہ وہ اپنا تمام اثر جو موجودہ حکومت پر ہے، اس لیئے استعمال کرے کہ مقامات مقدسہ خالی کر دیئے جائیں اور اگر گورنمنٹ خلافت کے حصے بخرے کرنیکی موجودہ پالیسی کو ترک کر دے افغانی حملہ کا یہ ہوّا کمزور ترین ہندوستانی کے خواب کو کبھی بھی حرام نہیں کریگا۔ اگر پبلک کے مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے موجودہ حکومت اپنی مخالف رائے کو ترک کر دے، لیکن میرے جو ہم وطن اس افغانی ہوّا سے ہراسان ہو رہے ہیں اپنے اس خوف وہراس کی تمام ذمہ داری ان پر ہی عائد نہیں ہوتی ان پر آجکل جادو ہوا ہوا ہے، اور وہ تو دوسروں کے کہنے پر کٹھ پتلی کا کام دے رہے ہیں، جن مداریوں کا اصول کہ پھوٹ ڈالو اور فتح کرو ہے یہ بات ان کی تازہ ترین چال اور دوسری طرف غلام دماغوں کا ایک ثبوت ہے۔

میں اور مہاتما گاندھی

سوال - پھر تو ظاہر ہے کہ سوراجیہ آپ کے دل کے بھی اتنا نزدیک ہے جس قدر کہ ہنود کے۔ اور اس الزام میں کوئی صداقت نہیں کہ علی برادران حامیان اسلام پہلے ہیں اور باقی سب کچھ بعد میں۔

جواب - جس طرح میرا یقین ہے کہ مہاتما گاندھی ہندو پہلے اور باقی سب کچھ بعد میں، اسی طرح میں مسلمان پہلے ہوں اور باقی سب کچھ بعد میں، ایک مسلمان کی حیثیت سے میں آزاد ہوں اور کسی خود مختار بادشاہ کے اختیار میں نہیں کہ وہ مجھے موجودہ حکومت کے خلاف مجھسے اپنے احکام منوانے کا مطالبہ کرے، اگر یہ خود سری کسی مسلمان کی طرف سے ہو تو میرے لئے ایسی ہی ناقابل قبول ہے جیسے کہ یہ اس وقت ہوتی جب کہ کسی ہندو کی طرف سے ہوتی وہ بات جس کا مجھسے اسلام مطالبہ کرتا ہے یہ ہے کہ میں اس سرزمین پر ہوں جہاں میں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض کو ادا نہیں کر سکتا، اور یہی وجہ ہے کہ میں سوراجیہ کے لئے جدوجہد کرتا ہوں اور اس کا حصول اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ سوراجیہ سے مجھے وہ آزادی حاصل ہو جائیگی لیکن موجودہ خود سر حکومت سے نہیں ہو سکتی، میں نے اپنی تمام عمر ہر کام میں ایمان کو پیش نظر رکھا ہے، اور میرا ایمان ہی ہے جو اس آزادی کا مطالبہ کرتا ہے، جو سوراجیہ مجھے دے گا۔ لیکن میرا مذہب یہ نہیں کہتا کہ میں ہندوؤں یا دیگر اشخاص کو جن کا ایمان مجھسے مختلف ہے، اپنا مطیع کروں۔ میرا عقیدہ اور مذہب اپنی ذاتی آزادی ہے نہ کہ دوسروں کو مطیع کرنا۔ اور اس معاملہ پر جتنے پیشواؤں سے میں نے مشورہ لیا ہے، کسی نے بھی اس سے اختلاف کا اظہار نہیں کیا۔

اس طرح سوراجیہ کا مطلب سواد ہرم ہوگا۔ جو کہ تمام مذہبی عقاید کو پورا کر دیگا۔

مغل، ترک یا افغان فرمانرواؤں کی ضرورت نہیں

اسلام قطعاً اس امر کا مطالبہ نہیں کرتا کہ ہندوستان میں مغل، ترک یا افغانوں کی حکومت ہو جائے بلکہ اسلام تو اس امر کا متمنی ہے کہ دوسروں کے خلاف تشدد کے بغیر مجھے بھی اپنے مذہب پر عمل اور اس کا وعظ کرنے کی آزادی ہو، قرآن پاک میں لکھا ہے کہ دنیا میں خدا کی حکومت کے سوا کوئی حکومت نہیں اور قوت بازو کا استعمال کسی مسلمان کا صرف اسی حالت میں فرض ہے کہ اس کے مذہب کو ایذا پہنچائی جائے، قرآن مجید تشدد کی بھی حد مقرر کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تشدد پر صرف اس وقت تک عمل کیا جائے جب تک کہ مذہب کو نقصان پہنچانا بند نہ ہو جائے اور تمام لوگ اپنے خدا کے لئے اپنے اپنے مذہب کی پیروی شروع نہ کر دیں۔

اگر آپ مقدس جنگ میں شامل ہو جائیں

سوال۔ بمبئی سے وائسرائے کے نام آپ نے جو چٹھی لکھی تھی اس میں مندرجہ ذیل خیالات ہندوؤں کے ساتھ معاہدہ کے خلاف ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ صاف اس امر کی تشریح کریں کہ اگر آپ کسی حملہ آور کے ساتھ مقدس جنگ میں ہو جائیں تو اس وقت ہندو کیا رویہ اختیار کریں۔ آپ نے لکھا ہے کہ قانون اسلام کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی حالت میں کسی آدمی کو اپنے خلاف مدد نہ دے، اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر جہاد کسی علاقہ تک پہنچے تو ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کو مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جانا چاہئے اور انہیں ہر ممکن مدد بہم پہنچانی چاہئے۔

جواب۔ میرا خیال ہے کہ اس سوال کے ایک حصہ کا جواب اس سے پہلے دیا جا چکا ہے لیکن میں اسپر کچھ اضافہ اور کرونگا، ہندو اگر اپنے مسلمان بھائیوں کو مذہبی جنگ میں مدد دیں تو ان کا خوشی سے خیر مقدم کیا جائیگا لیکن انکے لئے ایسا کرنے کی کوئی مجبوری نہیں، انکو اختیار رہے کہ وہ بالکل غیر جانبدار رہیں اس حالت

میں بھی ہندو مسلم اتحاد ٹوٹے گا نہیں، کیونکہ پھر بھی ہندوستانی مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسی حکومت قائم کریں جو تمام لوگوں کے سامنے ذمہ دار ہو ہم نے غلامی کے پیالہ کا اچھی طرح مزہ چکھ لیا ہے، اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ کس قدر کڑوا ہے، اس لیئے ہم کسی دوسرے انسان کو بھی مزہ اور زیادہ عرصہ تک چکھانے کی ہرگز کوئی خواہش نہیں رکھتے۔

مہاتما گاندھی میرے گرو ہیں!

سوال۔ صرف ایک سوال اور۔ بس کیا مجھے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آپ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ ہندو اور مسلمان متحد اور متفق ہو کر مسلح بغاوت کر سکتے ہیں؟

جواب۔ جب سے میں اپنے گورو مہاتما گاندھی کے ساتھ کام کر رہا ہوں، میرے دل سے اس معاملہ کے متعلق کوئی اور بات نہیں نکلی، یہ افغانی ہوّا کا قصہ میں نے شروع نہیں کیا اس کے لیئے ہمارے دوستوں کو سر ولیم ونسنٹ اور ان کے نام نہاد کونسل کے دیگر مشہور معروف ساتھیوں کا شکرگذار ہونا چاہیئے مجھے بالکل یاد نہیں آیا میں نے ایک سال سے زیادہ عرصہ سے بیرونی حملے کا بھی کوئی ذکر کیا ہے اور میرے خیالات ہر وقت اسی میں مصروف رہتے ہیں کہ جلد سے جلد بلا تردد ترک موالات کے ساتھ سوراجیہ حاصل کیا جائے، میری ایک ایک رگ میں یہی خواہش بھری ہوئی ہے کہ ہندوستان اپنی کوششوں سے ہی بہت جلد آزادی حاصل کرے اور میں اس بات کو اپنی زندگی کا مشن سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر جو بھی تفاوت ہو اسے دور کر دیں تاکہ یہ دو نو جماعتیں مل کر اپنی آزادی حاصل کریں کیونکہ حالات میں دونوں میں سے کوئی بھی اکیلی ایسا نہیں کر سکتی، میں افغانستان اور امیر افغانستان کے متعلق ایک لفظ تک بھی زبان پر نہ لاتا۔ اگر سر ولیم ونسنٹ ہندوؤں کو مسلمانوں اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے کے اس افغانی ہوّا کا تذکرہ نہ کرتے جب میں نے ان کی یہ تقریر پڑھی تو بزدادہ جانے کے لیئے تیار تھا اور وہاں میں نے مہاتما جی کو ایسا ن

کی آزادی اور اسکی قیمت، کی ایک کاپی دی جس میں ہماری وہ چٹھی درج ہے جو ہم نے بیتول کے جیل خانہ سے وائسرائے کو بھیجی تھی، یہ چٹھی انگلستان کے انگریزوں اور زیادہ تر پارلیمنٹ کے ممبروں جنکے اندر کرنیل بریٹ میں تھی تقسیم کرانے کے لئے طبع کرائی گئی تھی، میں نے مہاتما جی کو وہ عبارت دکھائی جس کی بنا پر آپ نے مجھسے سوال کیا ہے اور میں نے مہاتما جی سے کہا تھا کہ سر ولیم ونسنٹ کو میرا جواب یہی ہوگا اور میں اپنی مدراس کی تقریر میں اس عبارت کو دہراؤنگا یقینی یہی بات تھی جو میں نے مہاتما جی کی منظوری سے کہی، اور میں نے یہ بھی کہا کہ جب ہم نے یہ چٹھی لکھی تھی تو ہم بیتول کے جیلخانہ میں قید تھے اور گورنمنٹ نے ہمیں چند ماہ بعد رہا کیا تھا۔

اگر ہمیں جیل خانہ بھیجا جائے

اگر انہیں خیالات کے لئے گورنمنٹ ہمیں پھر جیلخانہ میں بھیجے تو ہم ایسا کرنے کیلئے بہت خوش ہیں البتہ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اس گورنمنٹ کو جتنا پاگل ہم سمجھتے تھے درحقیقت وہ اس سے زیادہ ہے جس افغانی ہوا کا ذکر سر ولیم ونسنٹ نے کیا تھا میرے نے اُسے نوچ نوچ کر ہلاک کر ڈالا ہے لیکن بعض لوگوں کو پھر بھی اسکی امید ہے، میں ایسے لوگوں سے صرف یہی کہونگا کہ ان طفل تسلیوں سے ہندیوں کا غلام ملک آزاد نہیں ہو سکتا، بلکہ اس غلامی کا خاتمہ بھی ضرور کرنا چاہیے، اگر بیس کروڑ ہندو غیروں کی امداد کے بغیر ہندوستان کو آزاد نہیں کرا سکتے، تو میری امید بلکہ یقین ہے کہ سات کروڑ مسلمان ضرور ایسا کریں گے۔

میں امیر کو پوری مدد دوں گا

اگر امیر افغانستان دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کریں تو ان کے ساتھ میری پوری پوری مدد ہوگی، اگر افغانستان موجودہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ اس غرض سے لڑے کہ وہ ایک تکلیف دہ ہے، تو میری اُن کے ساتھ ہمدردی ہوگی، مگر میں کسی حالت میں اعلیٰ حضرت امیر کو

ہندوستان کے آزاد کرانے کے لئے مدعو نہ کروں گا، یہ کام اُن کا نہیں بلکہ میرا اور میرے ہندو بھائیوں کا ہے اور اس کام کے لئے ہمارا خیال ہے کہ ہم کافی ہیں، لیکن اس مقدس کام میں ہندو ہمارے ساتھ شامل ہوں یا نہوں۔ ہم جب تک زندہ ہیں رائے ترک نہیں کریں گے۔

تقریر مدراس کے متعلق مہاتما گاندھی جی کی رائے

میں نے خود شملہ میں ایک نقل مولانا محمد علی کی تقریر مدراس حاصل کی اور انڈین سوشل ریفارمر کا وہ مضمون بھی پڑھا جس میں اس تقریر پر تنقید لکھی ہے، اس کے بعد دوبارہ تقریر کو میں نے پڑھا **میری تو یہ رائے ہے کہ اس میں کوئی بات بھی قابل اعتراض نہیں ہے** یہ تقریر اُن کی الہ آباد والے مکالمے سے علیحدہ نہیں ہے، مدراس والی تقریر میں انھوں نے نہایت سادگی سے مسلمانوں کی حیثیت کو بتایا ہے، الہ آباد والے مکالمہ میں انھوں نے میری تجویز کو منظور کر لیا ہے اور مسلمانوں کے طرز عمل کے متعلق جو میرا خیال تھا اس سے اتفاق کیا ہے، اس میں تو ذرا شبہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کے امکان میں ہو تو وہ تحفظ اسلام کے لئے ضرور ہتھیار اٹھا دیں، ہمیں مسلمانوں کے دینی مذہبی معتقدات کی وجہ سے اُن کی صحیح حیثیت ظاہر کر دینے میں جھگڑنا نہیں چاہیئے، ہم اسی وجہ سے اُن کی عزت کرتے ہیں ان بھائیوں کے دو بڑے اوصاف اُن کا خلوص اور مردانگی ہیں اور مجھے تو مدراس والی تقریر میں یہی دو اوصاف نظر آتے ہیں

(از اخبار ینگ انڈیا)

امام الاحرار حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی کی رائے

اقتباس از مضمون حملہ افغانستان

اس فتنہ کی ایک تازہ مثال وہ شور و شغب ہے جو مسٹر محمد علی کی تقریر مدراس اور افغانستان کے موہومہ حملہ کی نسبت ملک میں ہو رہا ہے، حالانکہ انھوں نے جو بات کہی وہ نہ تو نئی ہے اور نہ غیر معمولی بلکہ اسلام کے عام اور مشہور و معلوم اصولوں کے ماتحت بالکل ایک قدرتی اور لازمی بات ہے، جس شخص کو اسلامی احکام کی نسبت ایک ادنیٰ سی واقفیت بھی ہوگی، وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس پر تعجب و انکار نہیں کریگا۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ انھوں نے کہا وہ اصلیت سے کم ہے اصلیت اس سے کہیں زیادہ ہے اور بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے۔

البتہ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں اور علی الخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کی فسق و معصیت کی وجہ سے جہاں اور صدہا احکام دنیا پر مشتبہ ہو گئے وہاں یہ مسئلہ بھی پوشیدہ ہو گیا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ اس معمولی سی بات پر اس طرح چونک اُٹھے ہیں جیسے کوئی بہت ہی تعجب انگیز اور انوکھی بات کہہ دی گئی ہو، حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک اس بات کا تعجب کرنا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی اس بات پر متعجب ہو کر اسلام نے پانچ وقت کی نماز کا اور رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

مسٹر محمد علی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگر افغانستان نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ہمکو معلوم ہو گیا کہ اس کا ارادہ ہندوستانیوں پر حکومت کرنیکا نہیں، بلکہ ہندوستان کو آزاد کرانا مقصود ہے تو ہمارا فرض ہوگا کہ اسکی اعانت کریں۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہو رہا ہے لیکن میں کہنا چاہتا ہوں کہ مسٹر محمد علی نے جو کچھ کہا یہ بھی کافی نہیں، اصلیت اس سے زیادہ ہے۔

(ابو الکلام آزاد)

رئیس الاحرار مولانا محمد علی کا پیغام

آپ ان تقریروں میں دیکھئے

تقاریر مولانا محمد علی صاحب حصہ اوّل

مولانا کی مشہور تقاریر امرتسر۔ دہلی۔ بمبئی۔ پیرس۔ لاہور کلکتہ کی مشہور تقریروں کا مجموعہ ۸ر

تقاریر مولانا محمد علی حصہ دوم

تقاریر الہ آباد۔ احمد آباد۔ لکھنؤ۔ کراچی وغیرہ کی تقریروں کا مجموعہ ۔۔ ۸ر

تقریر مدراس

مولانا کی مشہور تقریر مدراس معہ تشریح و گفتگو نامہ نگار اخبار انڈیپنڈنٹ و رائے مہاتما گاندھی و مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ۔ ۴ر

جذبات جوہ

مولانا کا کلام منظوم جسمیں اپنے جذبات کا اظہار ہے ر

بیان کراچی

وہ مشہور بیان کراچی جو ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہے گا (زیر طبع ہے) ۴ر

تصانیف مولانا ابوالکلام صاحب آزاد

سلسلہ مضامین مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نمبر ۲

حصہ اوّل

امام الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی کے نایاب مضامین کا مجموعہ فی جلد ۱۰ر

الحریت فی الاسلام

حریت اسلامی پر حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ۱۲ر

دعوت عمل ۸ر۔ اتحاد اسلامی ۳ر۔ بائیکاٹ ۱۰ر۔ ہندوستان پر حملہ اور اقسام جہاد ۔۔ ۳ر

مشتاق احمد ناظم قومی دارالاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ